از: قمرؔ دین احمد خان رضوی

النجم اسلامک میڈیا

حد ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی

الحمد لله رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الکریم اما بعد فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

صدق اللہ العظیم

أیها الناس ! محبت کئی طرح کی ہوتی ہے- انسان سے، جانور سے، کسی چیز سے، کسی جگہ سے وغیرہ- کبھی یہ فطری عمل ہوتا ہے جیسے کہ ماں سے محبت- کبھی یہ وقت کے ساتھ پیدا ہوتی ہے جیسے کسی شخص کے بارے میں پڑھنا اور اس سے محبت کرنا- اس طرح کی محبت کو عقیدت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے- اور کبھی یہ محبت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ شریک حیات سے محبت- اس محبت کے کئی اغراض بھی ہوتے ہیں- کبھی ذاتی مفاد مقصود ہوتا ہے، کبھی تسکین دل، کبھی محض تفنن طبع اور کبھی حالات کا تقاضا- کبھی محبت انسان پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے اور کبھی تو اس سے وہ افعال کروا دیتی ہے کہ جس کی ہمت وہ کبھی نہیں کر سکتا تھا- محبت ایک وسیع عنوان ہے- جس سے کم از کم مجھ جیسا کم علم تو شاید انصاف نہ کر پائے- خیر جب محبت اتنی صورتوں میں ہوتی ہے تو کیا اس کی کوئی قسم بھی ہے؟ اور کس بنا پر اسے منقسم کیا گیا ہے؟ اس کی کیفیات کیا ہیں؟ اس سے جڑے جذبات کا مرکز کہاں ہے؟ جذب، کوفت، اضطراب،

تذبذب، وارفتگی، خود رفتگی، تشنگی، وجد یہ سب کس زمین کے پروردہ ہیں؟ خیالات کی آمد و رفت کا سلسلہ تاحیات جاری رہتا ہے اور انسان اس عنوان میں جتنا غوطہ لگاتا ہے اتنا ہی اس کے اندر ڈوبتا چلا جاتا ہے۔

عقل راستہ کے خطرات کی نشاندہی کرتی رہتی ہے، مگر دل اس کی ایک نہیں سنتا۔ اور جب یہی محبت درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسی کو اہل نظر عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عشق کا عنوان تو محبت سے زیادہ وسیع تر ہے۔ عشق کی انتہا کو پانا کسی حال عقل کے لیے ممکن نہیں اور عقل محو تماشائے لب بام ہو کر دیکھتی رہتی ہے کہ عشق کیسے کیسے خرق عادت واقعات کی نمائش کرتا ہے۔

بے خطر کود گیا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

ظاہر ہے کہ ہر فعل کا ایک دائرہ کار ہوتا ہے، حدود ہوتی ہیں جن سے تجاوز فعل کو معصیت اور فاعل کو معتوب بنا دیتا ہے۔ اس لیے محبت کی حدود جاننا ضروری ہیں، اگر عشق کو عہد طفلی ہی میں ان سے آشنا کرا دیا جائے تو وہ کبھی سرکشی و نافرمانی کی طرف مائل نہ کرے گا اور ایسا عشق جب ایک تناور درخت بن جائے گا تو بندہ کو ایسا ولولہ و جوش عطا فرمائے گا جو محبوب و مطلوب ہے۔

اتنی بات ذہن نشین ہونے کے بعد، جاننا چاہیے کہ عشق کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ حقیقی

ب۔ مجازی

اس تقسیم کی بنا اس پر ہے کہ مقصود عشق کیا ہے؟ محبوب مجازی یا معبود حقیقی؟ اسی بات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ محبت یا عشق کی حیات کب تک ہے، کسی محبوب مجازی سے عشق تو چند سالوں بلکہ مہینوں میں ختم ہو جاتا ہے، مگر جب یہی عشق معبود حقیقی سے کیا جائے تو یہ قیامت تک بلکہ جنت میں بھی باقی رہے گا-

(أ) حقیقی

یعنی وہ جو مالک حقیقی سے اور اس کے محبوبِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جائے، اور یہ وہ عشق ہے جو دنیا و آخرت کو سنوار دیتا ہے- دل میں جب اس قسم کی شمع فروزاں ہوتی تو ظاہر و باطن تمام کو منور و مجلی کر دیتی ہے- اور پھر اہل عشق کا معاملہ مختلف ہو جاتا ہے- قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

اور ایمان والے تو اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں،[القرآن-سورة البقرة آیت نمبر165]

یعنی کامل الایمان وہی شخص ہے جو اللہ سے محبت کرے اور وہ بھی ہر چیز سے زیادہ، پھر حدیث میں آتا ہے:

"حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"[بخاری]

معلوم یہ ہوا کہ اللہ و رسول سے محبت کرنا یہ ایمان کا حصہ ہے اور اسی محبت کو درجہ کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ عشق حقیقی کہلاتی ہے- جس کی مثال کچھ یوں سمجھیں کہ حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضي اللہ عنہ اسی عشق حقیقی کی بنا پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کے اتنے محبوب ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قسمیں دے دے کر کھلاتا تھا

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

دیگر مثالوں میں سے ایک یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضي اللہ عنہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے لاڈلے تھے کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف فیہ مسائل کا حل دریافت کیا کرتے تھے-

(ب) مجازی

مجازی یعنی وہ جو بندے کا بندے سے ہو، اس میں آدمی کا اپنے اہل و عیال سے محبت کرنا، مال و متاع سے، منصب و عہدے سے، اور کسی شخص کا کسی خاتون سے یہ تمام مثالیں عشق مجازی سے عبارت ہیں اور اسی میں شامل- اور یہ عشق حقیقی سے یکسر مختلف ہوتا ہے، اس کی بنا انسانی جذبات اور احساسات پر ہے، اس میں نفس و ہوا کو بھی دخل ہے، خواہشات اس کی قیادت کرتی ہیں اور اس کا معاملہ حواس سے متعلق ہے- اس کی بھی ایک مثال ملاحظہ ہو:

مصر کے دولوگوں کی کہانی بہت مشہور ہے، اینٹونی (مرد) اور کلیوپیَٹرہ (عورت) کی محبت کی داستان، یہ دونوں مصر کے اثر و رسوخ والی شخصیتیں تھیں، اور ان کی سلطنت مسلسل رومیوں سے نبرد آزما رہتی تھی- ان دونوں کو ایک دوسرے سے عشق ہو گیا اور انہوں نے شادی کرلی، ایک دن رومیوں سے جنگ کے دوران اینٹونی کو کسی نے کلیوپیٹرہ کی موت کی خبر دی، یہ صدمہ وہ سہ نہ سکا اور اپنی تلوار پر گر کر اپنی جان دے دی، یہ خبر جب کلیوپیٹرہ تک پہونچی تو اس نے خودکشی کرلی-

یہ بات ظاہر ہے کہ عشق مجازی کا اصل مدعا حصول لذات ہے اور یہ جسمانی قرب کا مرہون منت ہے- یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ عشقِ مجازی پیامِ حیات ہے یا پیامِ موت- اس کا فیصلہ قارئین کریں-

عشق حقیقی تک رسائی کا ذریعہ

مگر وہ مطلوب حقیقی، خدا کیسا ہے؟ اس کی کیا شان ہے؟ اس کی معرفت کیسے ملتی ہے؟ اس تک وسیلہ کون ہے؟ یہ کچھ سوالات سطح ذہن پر نمودار ہوتے ہیں- جواب جاننے کے لیے ایک قرآنی قاعدہ ملاحظہ ہو:

فَسْئَلُوْٓا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو" [القرآن- سورۃ الانبیاء آیت نمبر 7]

اور اہل علم اہل نظر تو یہ کہتے ہیں۔

معبود فقط ہے ایک خدا

مسجود فقط ہے ایک خدا

پھر جب سالک راہ کی تشنگی نہیں بجھتی تو اہل عشق سے سوالات کئے جاتے ہیں، اور وہ تو یوں فرماتے ہیں۔

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو

جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو

بلکہ خود نفس میں ہے وہ سبحانہ

عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اور جب یہ تشنگی درجہ کمال کو پہنچتی ہے تو سالک پھر ایک مرشد کامل کی تلاش کرتا ہے جو اسے اس کے رب کی معرفت دلا سکے۔ بعدہٗ شیخ کامل کی صحبت بندے کے ظاہر و باطن کو مجلی و مصفی ومز کی بنا دیتی ہے اور وہ حلقہ عارفین میں امن و امان اور اطمنان قلب کے ساتھ رہتا ہے۔ تاہم اس بات کا شعور ہمیشہ رہے کہ رب کی معرفت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک بندہ علم حاصل نہ کرے اور رب کی محبت، اس سے عشق کا دعویٰ باطلِ محض ہے اگر سینے میں عشقِ رسول کا سمندر ٹھاٹھیں نہ مار رہا ہو۔ بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو دل میں بسائے، شمعِ عشقِ خدا ہرگز روشن نہیں ہو سکتی۔ اب آئیں پہلے ذرا اہل قلم سے پوچھ لیں کہ عشق رسول دراصل ہے کیا شے اور اس سے بھی قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ عشق کیا ہے،

اہل فکر اسے یوں تعبیر کرتے ہیں: **العشق: يعني شدة الحب والإفراط فيه.**

یعنی جب محبت شدت اختیار کر جائے اور دل میں پیار کا ایک بحر بیکراں موجزن ہو تو اہل نظر اسے عشق کہتے ہیں۔ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے اس کا جواب عاشقوں سے بہتر کون دے سکتا ہے تو چلیں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دریافت کرتے ہیں کہ عشق رسول کیا ہے اور اس کے کیا تقاضے ہیں۔

جلالِ عشق و مستی بے نیازی

وہ کون سا جذبہ ہے کہ آدمی کو بِن پَر کے پرواز کروا دیتا ہے۔ اُس کی ظاہری و باطنی صورت کو نکھار دیتا ہے۔ لوگوں کو اس کا گرویدہ بنا دیتا ہے۔ اور عالَم کو اس کے لئے مُسخّر کر دیتا ہے۔ میرے عزیزوں! جان لو کہ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے، وہی جذبہ ہے کہ جس نے عرب کے قلیل باشندوں کو شرق و غرب پر حکومت عطا فرمائی۔ ہاں ہاں! وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو تھا کہ اس نے صحابہ کی زندگیوں کو مکمل طور پر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ انہیں غیر مسلم لوگوں کے حلقے سے نکال کر ہدایت کا آفتاب و مہتاب بنا دیا۔ یہ وہی جذبہ ہے کہ بلال حبشي رضي اللہ عنہ تپتی

ریت پر لٹانے اور سینے پر پتھر رکھوانے کے باوجود، احد احد کی صدائیں بلند کرتے رہے، یہ اسی آقا علیہ الصلاۃ و التسلیم ہی کی جستجو تھی کہ سلمان فارس چھوڑ کر مدینہ میں غلامی کی زندگی بتانے کو تیار ہو گئے - ابو عبیدہ نے والد کا سر کاٹ کر بارگاہ نبوی میں پیش کیا، ابو بکر صدیق بیٹے سے بھی جنگ میں نبرد آزما ہو گئے، عُمر نے اپنے قبیلے والوں سے رشتے توڑنا گوارا کر لیا، عثمان اپنی جائداد ترک کر کے دو مرتبہ ہجرت کو تیار ہو گئے، ابو سَلمہ اپنی بیوی اور بچے سے ایک سال تک دور رہے، اصحابِ صفہ نے تارکُ الدُنیا اور غریبُ الوطنی کی زندگی گوارا کر لی، ابو ہریرہ نے ساری زیست کو قولِ حبیب کی خدمت میں صَرف کر دیا، ایک صحابی نئی نویلی دلہن کو حُجرۂ عروس میں تنہا چھوڑ آئے اور جنگ میں شریک ہو کر جام شہادت نوش فرمایا، صحابہ نے اپنے ٹکڑے ٹکڑے کئے جانا تو برداشت کر لیا مگر تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے پر شکن برداشت نہیں کی، ان کو ایک تنکے کا چھو جانا ابو دُجانہ کو گوارا نہیں تھا مگر خود تیروں کی مار سہنا اعزاز سمجھتے تھے، رضوان اللہ تعالٰی علیھم أجمعین-

سوال یہ ہے کہ یہ سب کس وجہ سے؟ وہ کس کے رخ کی چمک تھی کہ صحابہ کے ظاہر و باطن کو یوں سنوار دیا؟ اگر آج بھی مدینہ پاک کی در و دیوار سے پوچھو تو جواب یہی ملے گا، کہ وہ اور کوئی نہیں بلکہ جانِ عالم، اصلِ عالم، فخر موجودات، سرورِ انبیا، شہِ ہر دو سرا، جناب حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ علیہ و آلہ وصحبہ أجمل صلوۃ و أکمل الثناء ہی کی ذاتِ بابرکات ہے اور یہ آپ ہی کا عشق ہے جس کی کرشمہ سازیاں چہار دانگ عالم میں مشہور ہیں۔

آقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے،

رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

منازلِ عشق

عشق حقیقی وہ راستہ ہے جس سے بندہ اپنے ظاہر و باطن کو چمکا کر قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے، اس کے لئے اسے کسی صاحبِ وجاہت ذات کی وساطت کی ضرورت ہوتی ہے، کیوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہم اس لائق نہیں کہ وسائل سے بے نیاز ہو جائیں اور نہ ہی ہمارے ہاتھ اس قابل کہ جیسے ہی دعا کو ہاتھ اٹھائیں فوراً قبول ہو، لہٰذا ایک سالک عشق کی منازل کو طے کرنے کے لئے ایک مرشد برحق کے دست حق پرست پر بیعت ہوتا ہے اور پھر شیخ سے اپنے تعلق کو بڑھاتا ہے یہاں تک اس کی ذات میں اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے اور گویا کہ

فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذاتِ عالی میں

مجھے جو دیکھ لے اس کو تیرا دیدار ہو جائے

اور اسی منزل کو صوفیا اپنی اصطلاح میں **فنا فی الشیخ** کی منزل کہتے ہیں۔

پھر بندے کو شیخ کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور بارگاہِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ و السلام تک رسائی حاصل ہوتی ہے، پھر وہ اپنے عشق کے پَروں سے اونچے مقامات تک پرواز کرتا ہے اور اس کے سلسلے کے شیوخ کے ذریعے فیضانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُسے ملتا ہے۔ اور جب اس کا عشق اسے فنا کی حالت تک لے جاتا ہے تو اِسی کو اہل تصوف **فنا فی الرسول** کی منزل سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کے بعد لغتِ صوفیا میں سلوک کی دو منازل ہیں **فنا فی اللہ** اور **بقا باللہ**، اور در حقیقت یہ دونوں ہی منازل عشقِ حقیقی کی سب سے اعلیٰ ترین منزلیں ہیں جہاں پہنچ کر بندے کو بارگاہِ ایزدی میں خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب سالک اپنی ہستی کو مکمل طور پر فنا کر دیتا ہے اور عشقِ حقیقی میں گم ہو جاتا ہے، پھر اسے اہلِ جہاں سے کوئی سروکار نہیں رہتا نہ ہی ظاہری اسباب سے کوئی تعلق اسے پسند ہوتا ہے، یہی وہ منزل ہے جب اس شخص کے

آس پاس کے لوگ خرقِ عادت اُمور کا مُشاہدہ کرتے ہیں کہ اب سالک میں اس کی ہستی نہیں صرف تجلیات خداوندی باقی رہتی ہیں۔

الگ ہی راہ چلتے ہیں دیوانگانِ عشق

آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

اسی کے ساتھ اپنے مضمون کو اختتام دینا چاہوں گا، اللہ ہم سب کو عشقِ حقیقی عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبي الأمین علیه افضل الصلاة و أکرم التسلیم

سگِ بارگاہِ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ

فرد ین احمد خان رضوی

النجم اسلامک میڈیا